غیر مسلموں کے ساتھ
نبی رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طرز سلوک

مولف: ابو جواد زیدی

ایک دائرے کے اندر سکڑتی ہوئی آج کی دنیا میں جہاں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کے لوگ کسی نہ کسی وجہ سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں ہم سب کے لئے بہت اہم ہے کہ ایک دوسرے سے ایسا انسانی تعلق رکھیں جس میں ایک دوسرے کے لئے فکر مندی ہو، ایک دوسرے کے لئے دلوں میں جگہ ہو، ایسا نہ ہو کہ ایک ہی ملک میں رہنے والے محض اس لئے ایک دوسرے سے متصادم ہوں کہ دو الگ الگ مذاہب کے پیرو ہیں دو الگ الگ تصور کائنات کے ماننے والے ہیں، اسلامی نظام حیات ہر گز یہ نہیں کہتا کہ مذہب کی بنیاد پر ایک دوسرے سے نفرت کی جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے، آج کے اس دور میں جہاں ہر طرف ذات نبی رحمت ﷺ پر حملے ہو رہے ہیں ہم سب کے لئے لازم ہے اس عظیم ذات کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا جائے جس کا پیغام کسی ایک خاص مذہب کے ماننے والوں کے لئے نہیں تھا بلکہ پوری بشریت کے لئے تھا جس نے اپنی عملی زندگی میں صرف ان لوگوں کو فیض نہیں پہنچایا جو اسے مانتے تھے بلکہ ان سبھی کے ساتھ اچھے و خوشگوار تعلقات رکھے جنکے ساتھ یہ ذات ہم عصر تھی۔ لیکن اسکے باوجود کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے غیر منصفانہ انداز میں اپنی رائے کا اظہار کیا تو ان کی تقلید بھی بغیر تحقیق و جستجو کے بہت سے لوگوں نے وہی راگ الاپنا شروع کر دیا جس کا کوئی تاریخی اعتبار نہیں، جس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے مثلا انہیں میں منٹسکو ایک ہیں جو روح القوانین میں کہتے ہیں" بشر کی ایک بد قسمتی یہ ہے کہ ہر فاتح مغلوب معاشرہ میں اپنے دین کو زبر دستی منواتا ہے، دین اسلام بھی تلوار کے زور پر لوگوں کے سروں تھوپ دیا گیا، اس لئے کہ اسلام کی بنیاد ہی زور زبر دستی پر ہے اور یہی امر بد قسمتی اور تشدد کا سبب بنا ہے" [۱]۔

۱۔ منٹسکیو، روح القوانین، ترجمہ، علی اکبر، مہدی، امیر کبیر، تہران، ۶۷۱، ۱۳۶۲

البتہ اس طرح کے جھوٹے دعووں اور الزام تراشیوں میں صرف منٹسکیو اکیلے نہیں ہیں بلکہ اکثر مغربی مستشرقین کا یہی حال ہے ہم اس پیش نظر تحریر میں ہر قسم کے تعصب سے پرے قرآن کریم، روایات اور سیرت پیغمبر ﷺ سے اخذ شدہ روشن دلایل اور شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ "صلح آمیز زندگی" اسلام کا ایک مسلمہ اصول ہے اور اسلام نے دیگر ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ نہایت اچھے اخلاق اور محبت کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا ہے اور خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روادارنہ طرز حیات اور نرم و لچک دار رویہ ہی کی بنیاد پر ہر ایک کے دل میں گھر کرنے میں کامیاب رہے اور یہ وہ بات ہے جسے خود دیگر انصاف پسند مورخین و دانشوروں نے ببانگ دہل بیان کیا ہے۔ اسی لئے آج جب دنیا بھر میں اسلام کے خلاف مسلمانوں کے خلاف قرآن کے خلاف نبی رحمت (ص) کے خلاف زہر اگلا جارہا ہے اور اسلامی پیغامات کی تضحیک کی جارہی ہے رسول رحمت ص کو ایک ایسے نبی کے طور پر پیش کیا جارہا ہے جس کی سوچ اپنی ذات اپنے قبیلہ تک محدود تھی تو ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ ہم نبی کی آفاقیت کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور یہ بتاسکیں کہ اسلام کے نام پر ہونے والی دہشت گردی کا نبی رحمت سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ ہمارے نبی نے تو ہمیں دنیا کے ساتھ رواداری و حسن سلوک اور دوسروں کے حقوق کے احترام کا سبق دیا ہے۔ پیش نظر تحریر میں ہم اسی بات کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا غیر مسلموں کے ساتھ کیا طرز سلوک تھا۔

رسول رحمت کی شان قرآنی:

ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو من مانے انداز میں رسولؐ کو اس طرح پیش کر رہے ہیں اور ایک طرف وہ قرآن ہے جو پیغمبر پر نازل ہوا تو کیا یہ بات صحیح ہے کہ ہم کسی دین کی مذہبی کتاب کو چھوڑ کر دوسروں کی باتوں کو قابل اعتنا سمجھیں؟ یقیناً یہ حماقت ہوگی کہ دوسروں کی باتوں پر توجہ کی جائے اور اس ذات پر نازل ہونے والی کتاب کو نظر انداز کر دیا جائے جس میں صاحب کتاب کے خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے، بڑی عجیب بات ہوگی کہ ہم دوسروں کی نظر سے نبی رحمت کو دیکھیں اور حضور (ص) کی حیات و سیرت کیا تھی اس پر کوئی غور کرنے کو تیار نہ ہو جہاں تک ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قرآن

نے رسول رحمت کے طور پر پیش کیا ہے وہ بھی ایسا رسول جس کی رحمت مسلمانوں اور غیر مسلموں سبھی کو شامل ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے" ہم نے آپ کو دونوں جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے[۱] "۔

گویا کہ آپ شدت غم واندوہ سے اس لئے جان دے دیں گے کہ لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں[۲]۔

خود آپ فرماتے ہیں مجھے رحمت پر بھیجا گیا ہے[۳]۔

بقاء باہمی کے نظریے کے ساتھ ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے ایک صلح آمیز زندگی جینا یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ان بنیادی تعلیمات کے اصولوں میں ہیں جنکے بغیر کوئی بھی شخص اپنے لئے پیرو رسول ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے رسول کو جب پیش کیا ہے تو ایک نرم دل انسان کے طور پر پیش کیا ہے جو اپنے سماج کی اصلاح کرنا چاہتا ہے[۴]۔

کون اس دن کو بھلا سکتا ہے جب وہ لوگ جن کے نس نس میں درندگی بھری تھی انہوں نے کہا[۵] کہ "آج تو انتقام کا دن" ہے اس وقت پیغمبر نے کہا" آج رحمت کا دن ہے"[۶] اور جب مشرکین کے پاس آپ پہنچتے ہیں تو سب کو آزاد کر دینے کا حکم دیتے ہیں[۷]۔

پیغمبرؐ کا طرز کیا تھا یہ دیکھنا ہے تو اس وقت کو دیکھیں جب دنیا بھر سے وفود آ رہے ہیں اور دین کے بارے میں دیکھ بھال کر رہے ہیں جانچ پڑتال کر رہے ہیں بعض جب اپنے اختیار سے مسلمان ہو جاتے ہیں تو ﷺ ان کا

۱۔ وَما أَرْسَلْناکَ إِلاّ رَحْمَةً لِلْعالَمِينَ (انبیاء/۱۰۷)

۲۔ لَعَلَّكَ باخِعٌ نَفْسَكَ أَلاّ يَكونُوا مُؤْمِنِينَ (شعراء/۳)

۳۔ إِنَّما بُعِثْتُ رَحمة، دلشاد تہرانی، مصطفی، سیرہ نبوی، ج۳، ص۷۵؛از: الوفاء بأحوال المصطفی، ج۲، صص ۴۲۱و۴۳۹

۴۔ فَبِما رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (عمران/۱۵۹)

۵۔ اليَوم يَوم الْمَلْحَمَة، اليَوم تَستحلّ الْحرمة

۶۔ " اليَوم يَوم المَرحمة" ؛

۷۔ إذهَبُوا فأنتم الطلقاء، ابی جعفر محمد بن الجریر الطبری، تاریخ الطبری، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، بیروت: روائع التراث العربی، بی تا، ج۳، ص۵۶، ص: ۷۲

استقبال کرتے ہیں لیکن بعض اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں، پیغمبر ﷺ ان سے زور زبردستی نہیں کرتے۔ اگر اقتدار کی چاہ ہوتی تو لوگوں کو مجبور کرتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ توحید کی اہمیت کے باوجود ان لوگوں سے ہمیشہ متواضعانہ انداز میں گفتگو کی جو کھردرے وسخت لہجے میں صرف اپنی بات کہنے کے لئے آتے تھے حتی مدینہ میں آپ نے باقاعدہ ان لوگوں کے لئے گھر کا اہتمام کیا تھا جو آپ سے ملاقات کے لئے آتے تھے بعض باہر سے آنے والے لوگ اصحاب کے گھروں میں ٹھہرتے اور بعض کو حضور اپنے یہاں ٹھہراتے بعض کو خاص مہمان خانوں میں تاریخ شاہد ہے جب عیسائی آپ سے ملاقات کرنے آئے تو آپ نے اپنی عبا بچھا کر ان کا استقبال کیا آپ نے رومی سلطنت کے بادشاہ کو خط لکھا تو ہرگز اپنی بات منوانے پر زور نہیں دیا بلکہ یہی درخواست کی کہ وہ خود فیصلہ کرے حق کیا ہے۔

آپ سب کو اپنے فرزندوں کی طرح چاہتے تھے بس یہی نہیں چاہتے تھے کہ لوگ باطل پر رہیں اور ان کی نجات نہ ہو سکے۔

قیصر و کسری کو لکھے خطوط میں بھی آپ نے یہی انداز اختیار کیا۔ جب نصارائے نجران آئے تو بھی آپ نے یہ نہیں کہا کہ تم غلط، تمہاری عبادت غلط، بلکہ انہیں اپنی عبادت کرنے کا موقع بھی دیا[1]

ایسا نہیں ہے یہ طرز کوئی ایک دوبار یا کسی چند ایک وفود کے ساتھ حضور (ص) نے یہ رویہ اختیار کیا ہو بلکہ چالیس کے قریب ایسے وفود ہیں جن کا حضور نے بڑھ چڑھ کر استقبال کیا ہے[2] جبکہ انکے نظریات الگ تھے۔ ان کے افکار الگ تھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا روادارانہ انداز اور نرم رویہ:

بعض لوگ رواداری کو Tolerance کے طور پر پیش کرتے ہیں جو ایک طرح سے ایسی لچک ہے جس میں حق پر ہوتے ہوئے بھی انسان سمجھوتہ کرتا ہے جبکہ رواداری دین کی نظر میں ایک لچک دار رویہ تو ہے لیکن حق کے معاملہ میں یہاں کوئی سمجھوتہ نہیں ہے اور اگر کہیں پر حق سے چشم پوشی کی جارہی ہے تو اسلام اسے قبول نہیں کرتا ہے[3]، البتہ اسکا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں کے عقیدے کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ یہاں پر

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مارسل بوازار، انسان دوستی در اسلام، ترجمہ دکتر محمد حسن مہدوی اردبیلی و دکتر غلامحسین یوسفی، تہران: طوس، ۱۳۶۲، ص ۱۷۹

۲۔ محمد ابوزہرہ، خاتم پیامبران، ترجمہ حسین صابری، مشہد: آستان قدس رضوی، ۱۳۷۵، چاپ دوم، ج ۳، صص ۴۵۳- ۵۴۲

۳۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حسین عبدالمحمدی، تساہل و تسامح از دیدگاہ قرآن و عترت، قم، ظفر، ۱۳۸۱، ص ۱۵

دوسروں کا عقیدہ اس لئے محترم ہے کہ عقیدہ کا حامل فرد ایک انسان ہے اور ہمارے ساتھ اٹھ بیٹھ رہا ہے ورنہ اگر وہ مشرک ہے تو اس کے اس عقیدے سے ہم اظہار بیزاری کرتے ہیں اگر اسکے ساتھ لچک دار رویہ ہے تو یہ اسکے جذبات کی بنیاد پر ہے اسکے ذاتی وجود کی وجہ سے ہے شرک تو ہماری نظر میں کسی بھی اعتبار سے قابل قبول نہیں ہے۔ اس لئے رواداری کا مطلب سماجی زندگی میں دوسروں کے نظریات کا ذاتی طور پر مقدس ہونا نہیں ہے بلکہ انسانیت کے ناطے رواداری کے ساتھ پیش آنا ہے۔[۱] حضور (ص) خود بھی نرم رویہ رکھتے تھے اور آپ نے اپنی امت سے بھی یہی مطالبہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ دشمنوں کے تمام منفی پروپیگنڈوں کے بر خلاف سچے مسلمان آج بھی نرم خو اور روادار ہوتے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جسکا اعتراف دوسروں نے بھی کیا ہے۔ برٹرینڈ رَسَل[۲] نے مسلمانوں کی رواداری کے سلسلہ سے باقاعدہ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والے مسلمانوں کے درمیان جو راوادی پائی جاتی تھی اور جو نرم و لچکدار رویہ مسلمانوں کا تھا وہ دیگر ادیان والوں سے کہیں بہتر تھا جو کچھ برٹرینڈ رَسَل نے بیان کیا اسکا مفہوم یہ ہے:

"آج جن عادتوں کو ہم عیسائیوں کی بہترین عادتیں اور انکے بہترین اخلاق کے طور پر بیان کرتے ہیں جیسے رواداری و ایک دوسرے کے سلسلہ سے رعایت کرنا وغیرہ یہ وہ چیزیں ہیں جو مشرق میں مغرب سے زیادہ مستحسن سمجھی جاتی ہیں اور ان پر عمل مشرق میں مغرب سے زیادہ ہوا ہے خاص کر جب مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہوئی تو ان لوگوں کے ساتھ بھی مسلمانوں نے اچھا سلوک کیا جو کافر مانے جاتے تھے، اور یہ طرز سلوک اس سے کہیں بہتر تھا جو بیزانس کے سلاطین نے عیسائیوں کے ساتھ روا رکھا اسلئے کہ محمد (ص) نے اپنے نظریے کے مخالف لوگوں کے لئے نہ تو عقائد کی تفتیش کا کوئی شعبہ قائم کیا تھا جہاں پتہ چل سکے کہ لوگوں کے نظریات کیا ہیں اور نہ ہی قرون وسطی کے کسی گوشہ میں ایسی کال کوٹھریاں انہوں نے بنوائی تھیں جن میں لوگوں کو مخالف عقیدہ رکھنے کی بنیاد پر ڈال دیا جائے"[۳]۔

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عبدالکریم سروش، مدارا و مدیریت، تہران، صراط، ۱۳۷۶، ص ۳۱۰

۲۔ برٹرینڈ رَسَل Bertrand Arthur William Russell) ایک معروف محقق، مورّخ، سائنسدان، ماہر ریاضیات، ماہر طبیعیات، مدرّس، فلسفی، مفکّر

۳۔ نوعی، مدارا با مخالفان در قرآن و سنّت، رشت، کتاب مبین، ۱۳۷۹، ص ۸۳

رسل نے جو کچھ لکھا ہے یقیناً صد فیصد بجا ہے صرف رسل ہی نہیں اور بھی منصف دانشوروں اور مفکروں نے اسی سے ملتی جلتی باتیں بیان کی ہیں۔

مثلاً گیسٹالیو بن کہتے ہیں: اگر عیسائی اقوام نے اپنے فاتحین یعنی عربوں کے دین کو قبول کر لیا حتی انکی زبان کو بھی اختیار کر لیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں نے جدید عرب حکام کو ان سلاطین سے زیادہ عادل پایا کہ جن کے ظلم و ستم کی چکی تلے یہ لوگ پس رہے تھے"۔[۱]

ایک اور جگہ کہتے ہیں: یہود و نصاری سے اسلام کی مذہبی رواداری کے رویہ کو دیگر مذاہب میں خال خال ہی دیکھا جاسکتا ہے[۲]۔

بالکل صحیح طور پر ان لوگوں نے اپنا تجزیہ پیش کیا ہے اس لئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیشہ اپنی زندگی میں لوگوں کے ساتھ نرمی و رواداری کے ساتھ ہی پیش آنے کی تاکید کی ہے[۳] اور یہ اسلام کی وہ خاصیت ہے جسے دوسری جگہ مشکل سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اسلام دین عقل ہے اور دین کی نظر میں عقلمندی بھی یہی ہے کہ لوگوں سے ملنے جلنے میں اچھا و دلنشین انداز اختیار کیا جائے لوگوں کے دلوں میں گھر بنایا جائے انکی عزت کی جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ عقل مند انسان وہ ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ رواداری و درگزر سے کام لے اور ذلیل انسان وہ ہے جو لوگوں کی توہین کرے اور انہیں ذلیل کرے"[۴]. یہی وجہ ہے کہ سیرہ نویسوں نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ حضور (ص) ایک نرم دل کے مالک اور سب کے لئے مہربان تھے[۵] آپ فرماتے تھے: "مہربانی و رحم دلی کسی چیز

۱۔ گیسٹالی بان، تمدن اسلام و عرب، ترجمہ ہاشم حسینی، کتاب فروشی اسلامیہ، تہران، ۱۳۴۷، ج ۴، ص ۱۴۸

۲۔ ایضا

۳۔ غلام رضا نوعی، مدارا با مخالفان در قرآن و سنّت، رشت، کتاب مبین، ۱۳۷۹، ص ۹۸

۴ «اَعقلُ الناسِ اَشَدُّھم مداراۃً لِلناسِ، وَاَذلُّ الناسِ مَن اَھانَ النَّاسَ» شیخ عباس قمی، سفینہ البحار، ج ۱۰، ص ۴۴۱

۵۔ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۳۹۴ ؛ دیلمی، ارشاد القلوب، ج ۱، ص ۱۱۵.

پر نہیں آئی مگر جہاں پہنچی اسکے لئے باعث زینت بنی"[۱] یا ایک مقام پر آپ نے فرمایا: "مجھے شریعت سہلہ پر مبعوث کیا گیا ہے"[۲]۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طرز سلوک کو سمجھنے کے لئے اگر مجموعی طور پر ہم آپ کے مخالفوں کی تقسیم بندی کریں تو کہہ سکتے ہیں یہ تین طرح کے لوگ تھے[۳]۔

۱۔ وہ لوگ جو خدا کے منکر تھے اور کفار و مشرکین میں شمار ہوتے تھے پیغمبر (ص) کا مذاق اڑاتے اوران کی توہین کرتے تھے۔

۲۔ اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) جو کہ پیغمبر کے مخالف تھے اور دل میں دشمنی بھی رکھتے تھے اور شدید دشمن تھے جنکو قرآن نے بھی شدید دشمن کے طور پر پیش کیا ہے[۴]۔

۳۔ ایسے منافق جو کہ بظاہر مسلمان تھے لیکن پیغمبرؐ کے لئے فتنہ کرتے تھے۔

پیغمبر ص کا طرز سلوک:

جہاں تک بت پرستوں و کفار کی بات ہے تو انکے ساتھ جتنا ہو سکا حضور نے رواداری و نرمی سے کام لیا اہل کتاب کے ساتھ بھی یہی رویہ رکھا کبھی ان سے گفتگو کی کبھی معاہدہ کیا تو کبھی پیمان توڑنے پر ان کے ساتھ سختی سے بھی پیش آئے لیکن زیادہ تر انکے ساتھ بھی کوشش کی بات نہ بگڑے اور معاملات آسانی سے نبٹ جائیں۔[۵]

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی میں مشرکین و کفار کے ساتھ نرمی کے نمونے:

۱۔ عبد اللہ ابن ابی کے ساتھ نرم رویہ

۱۔ محمد بن یعقوب کلینی، اصول کافی، چ چہارم، تہران، الاسلامیہ، ۱۳۶۴، ج ۲، ص۱۱۹
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، مصر، مکتبۃ الخانجی، ج ۷، ص ۲۰۹
۳۔ مدارا با مخالفان در قرآن و سنّت، رشت، کتاب مبین، ۱۳۷۹ ص۲۳۱
۴۔ "لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا." (مائدہ، ۸۲)
۵۔ ابن ہشام، زندگانی محمد (ص) پیامبر اسلام، ترجمہ سید ہاشم رسولی، تہران، کتابچی، ج دوم، ص ۱۹۸

مدینہ کے منافقین کا سرغنہ تھا پے در پے اسکی خیانتوں کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسکے خلاف کچھ نہیں کیا وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں اسکی ایک حیثیت تھی جس کی وجہ سے حضور(ص) نے نہیں چاہا اسکا اعتبار ختم ہو۔ غزوہ بنی مصطلق کے بعد اس کی ہمت اتنی بڑھی کہ اس نے حضور سے کہا، ہم شہر میں پلٹنے کے بعد آپ کو ذلیل کر کے باہر نکال دیں گے[1] جب یہ بات پیغمبر(ص) تک پہنچی تو اصحاب نے شدید طور پر اسکے مواخذہ کی بات کی حتی خود اسکے بیٹے نے بھی حضور(ص) سے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی لیکن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہ صرف اجازت نہیں دی بلکہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا بیٹے سے کہا اپنے باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو۔

عبد اللہ ابن ابی نے جو کچھ حضور(ص) کے ساتھ کیا کون اس سے واقف نہیں لیکن حضور نے غزوہ بنی مصطلق کے بعد منافقوں کے اس سرغنہ کو قتل کرنے سے گریز کیا اور جب خود اسکے بیٹے عبد اللہ نے اپنے باپ کے قتل کی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: جب تک تمہارا باپ زندہ ہے تم اس کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ ابن ہشام نے نقل کیا ہے اسی کے بعد عبد اللہ ابن ابی کو خود اس کے ہی قبیلہ والوں نے ملامت کرنا شروع کر دیا کہ جو نبی اتنا کریم ہے کہ بیٹے کی جانب سے قتل کی اجازت مانگنے پر باپ کے ساتھ نیکی کا حکم دے رہا ہے تم کیسے انسان ہو کہ اسی کے خلاف سازشوں میں ملوث ہو[2]۔

۲۔ ایک فتنہ گر یہودی جوان کے ساتھ حضور(ص) کا روادارانہ انداز:

ایک یہودی جوان نے شائس بن قیس کے چڑھانے پر اوس و خزرج کے درمیان ایک فتنہ پیدا کر دیا اور قریب تھا کہ دونوں قبیلے جاہلیت و تعصب کی آگ میں سب کچھ جلا کر راکھ کر لیں اور ایسی خطرناک جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں جن سے دامن بچانا مشکل ہو جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیچ میں پڑے طرفین کو سمجھا بجھا کر

۱۔ ''لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ'' (منافقین، ۸)

۲۔ ابن ہشام، زندگانی محمد(ص) پیامبر اسلام، ترجمہ سید ہاشم رسولی، تہران، کتابچی، ج دوم، ص ۱۹۹؛ ابن ہشام، سیرہ، تحقیق: مصطفی سقا و دیگران، چ دوم، مصر، حلبی، ۱۳۷۵ھ، ج ۲، ص ۲۷۳؛ عباس محمود العقاد، عبقریہ محمّد، بیروت، المطبعۃ العصریۃ، ۱۴۲۱ھ، ص ۸۵؛ سید علی کمالی، خاتم النبیین، تہران، اسوہ، ۱۳۷۲، ص ۹۴، بہ نقل از: ابن اثیر، اسد الغابۃ، ص ۱۹۷

آپس میں میل کرایا حضور (ص) نے بات چیت کے درمیان اندازہ کرلیا کہ کس کی وجہ سے یہ مسائل پیدا ہوئے ہیں لیکن آپ نے اس یہودی جوان کو سزا نہ دی اسے موقع دیا کہ خود اپنی غلطی کو سدھارے[۱]۔

آپ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی سختی نہ کی جو آپ کو پریشان کرتے تھے جن کے بارے میں قرآن کی آیات نازل ہوئیں مثلاً وہ خبیث لوگ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بہت پریشان کیا جن کے بارے میں واضح آیتیں موجود ہیں کوئی تاریخ نہیں بتاتی پیغمبر (ص) نے انکے ساتھ انتقامی کاروائی۔ مثال کے طور:

۱۔ نبتل بن الحرث

یہ وہی شخص ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ کو کان[۲] کہہ کر خطاب کیا جس پر آیت نازل ہوئی" اور ان میں وہ لوگ ہیں جو نبی کو اذیت پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ کان ہیں ان سے کہہ دو کان ہونا تمہارے لئے بہتر ہے[۳]۔

یہ وہی شخص ہے جس کے لئے حضور (ص) نے کہا اگر کوئی شیطان کو دیکھنا چاہے تو اسے دیکھ لے[۴]۔

اسکی تمام تر خباثتوں اور شرارتوں کے بعد بھی حضور (ص) نے بس اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا اور کوئی انتقامی کاروائی نہ کی۔

۲۔ ودیعہ بن ثابت

یہ وہ شخص ہے جو مسجد ضرار بنانے والوں میں آگے آگے تھا[۵] وہی شخص جس نے کہا" اِنَّما کُنّا نَخوضُ وَنَلعَب" جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی" وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ''اور اگر آپ ان سے بازپرس کریں گے تو کہیں گے کہ ہم تو صرف بات چیت اور دل لگی کررہے تھے تو آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ اور اس کی آیات اور رسول کے بارے میں مذاق اڑا رہے تھے۔ (توبہ، ۶۵)

۱۔ تفصیل کے لئے محمد قوام وشنوی، حیاۃ النبی و سیرتہ، قم، مؤلف، ۱۴۱۲ھ، ص ۳۲۱

۲۔ «اِنّما محمّدٌ اُذنٌ... »

۳۔" وَمِنهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ." (توبہ، ۶۱)

۴۔ « مَن اَحبَّ أَن ينظُرَ الی الشيطانِ فلينظُر الی نَبتل بنِ الحرثِ، محمد قوام وشنوی، حیاۃ النبی و سیرتہ، قم، مؤلف، ۱۴۱۲ھ، ص ۳۲۱

۵۔ محمد قوام وشنوی، حیاۃ النبی و سیرت، قم، مؤلف، ۱۴۱۲ھ، ص ۳۲۶

۳۔ اوس بن قیظی

جنگ خندق سے بھاگنے والوں میں ہے جس نے جنگ سے بچنے کے لئے کہا تھا «اِنَّ بیوتنا عورۃٌ فاذن لنا فلنرجع الیھا» ہمارے گھر خالی پڑے ہیں ہمیں وہاں پلٹنا ہے جسکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی:

''یَسْتَأْذِنُ فَرِیقٌ مِنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُولُونَ إِنَّ بُیُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ إِنْ یُرِیدُونَ إِلاَّ فِرَاراً''

ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر خالی پڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ گھر خالی نہیں تھے بلکہ یہ لوگ صرف بھاگنے کا ارادہ کررہے تھے۔ (احزاب، ۱۳)

۴۔ مجد بن قیس

یہ وہ شخص ہے جس نے کہا تھا اے محمد مجھے اجازت دیں اور فتنے میں نہ ڈالیں «یا مُحمّدُ ائذن لی و لاتَفتِنّی» جس کے جواب میں آیت نازل ہوئی: " مَنْ یَقُولُ ائْذَنْ لِی وَلاَ تَفْتِنِّی أَلاَفِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیطَةٌ بِالْکَافِرِینَ" کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دے دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے تو آگاہ ہو جاؤ کہ یہ واقعا فتنہ میں گر چکے ہیں اور جہنّم تو کافرین کو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (توبہ، ۴۹) لیکن تاریخ میں نہیں ملتا پیغمبر ؐ نے اس کے خلاف کچھ ایکشن لیا ہو۔

۵۔ رافع بن حریملہ

یہ اتنے بڑے منافقین و مخالفین پیغمبر (ص) میں تھا کہ جب مرا تو حضور (ص) نے فرمایا: قَد مات الیومَ عظیمٌ مِن عظماءِ المنافقینَ. لیکن اسکے خلاف بھی کہیں نہیں ملتا پیغمبر (ص) نے کوئی اقدام کیا ہو۔

۶۔ زید بن الصلیت

یہ وہ شخص ہے جب پیغمبر ؐ کا اونٹ گم ہو گیا اور سب اونٹ ڈھونڈ رہے تھے تو اس نے طنز کیسا کہ تم کیسے پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہو جبکہ تمہیں یہ بھی پتہ نہیں تمہارا اونٹ کہاں ہے حضور (ص) نے اسکے جواب میں بس اتنا کہا کہ اپنے علم غیب سے استفادہ کرتے ہوئے لوگوں سے کہا میرا اونٹ فلاں جگہ ہے اور جب لوگ وہاں پہنچے تو آپ کے اونٹ کو اسی جگہ پایا جہاں پیغمبر (ص) نے بیان کیا تھا۔..

۷۔ عمیر بن وہب، قبیلہ « بنی جمع » سے :

ایسا شیطان صفت جو جنگ بدر میں اسیر ہو جانے والے اپنے بیٹے کی آزادی کے بہانے زہر آلود تلوار لیکر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قتل کا درپے تھا لیکن پیغمبر (ص) نے اسے پکڑ لیا۔[1]

۸۔ وحشی:

یہ وہ شخص ہے جس نے جنگ « احد » میں جناب حمزہ کو شہید کیا پیغمبر (ص) نے اس کے قتل کا حکم بھی صادر کر دیا یہ طائف کی طرف نکل گیا لیکن بعد میں خود کو اس نے حضور (ص) کے سامنے پیش کر دیا اور اسلام لے آیا حضور (ص) نے اسے بخش دیا بس اتنا کہا کہ ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں میری نظر تم پر نہ پڑے۔

۹۔ عکرمہ بن ابی جہل

یہ وہ شخص ہے جسکا خون پیغمبرؐ نے جائز قرار دیا لیکن اسکی زوجہ کی سفارش پر اسے چھوڑ دیا اور قتل سے صرف نظر کیا۔

۱۰۔ مالک بن عوف

لشکر ہوازن کا کمانڈر جو شکست کے بعد طائف چلا گیا جس کے بارے میں حضور (ص) نے فرمایا: اگر مسلمان ہو جائے تو میں سو انٹوں کے ساتھ اسکا مال و اسباب بھی واپس کرونگا یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا اور حضورؐ نے اسے ہوازن، ثمالہ اور مسلمہ کے قبیلوں کا سردار بھی بنایا[2]۔

۱۱۔ ابن قیظی

ایک ایسا نابینا شخص ہے جس نے اس وقت جب لشکر اسلام احد کی طرف گامزن تھا زمین سے کچھ مٹی اٹھائی اور حضور سرور کائنات کے رخ انور کی طرف پھینک دی اور جو کچھ بھی زبان پر آیا بک ڈالا جتنی گالی دے سکتا تھا

۱۔ سید علی کمالی، ایضا، ص ۱۰۷ ؛ شرف الدین محمد بن عبداللہ بن عمر، خلاصہ سیرت رسول اللہؐ، تہران، علمی و فرہنگی، ۱۳۶۸، ص ۱۶۱.

۲۔ ایضا ۹۸.

حضور (ص) کو دیں اصحاب نے اسے پکڑ لیا اور چاہا کہ اس کی گردن اتار دیں لیکن پیغمبر (ص) نے وساطت کی اور فرمایا اسے چھوڑ دو یہ خود بھی اندھا ہے اسکا دل بھی اندھا ہے[۱]۔

یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے کچھ فردی نمونے تھے لیکن اگر آپ کی اجتماعی وسیاسی زندگی پر بھی نظر ڈالی جائے تو ہمیں یہی رواداراانہ انداز اور لچکدار رویہ ہر جگہ نظر آتا ہے چاہے وہ لوگوں کو دعوت اسلام دینا ہو یا بادشاہان وقت کو خطوط لکھنا، ہم مختصر طور پر کچھ اہم نمونوں کی طرف اشارہ کررہے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلح آمیز خطوط

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے جو خطوط، سلاطین، امراء، قبائل کے سرداروں اور نمایاں روحانی وسیاسی شخصیتوں کو لکھے ہیں وہ تمام خطوط آپکی صلح طلب دعوت کے ترجمان ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اسلام کی دعوت، تبلیغ یا عہد وپیان کے عناوین کے تحت لکھے گئے تقریبا ۱۸۵ خطوط ابھی بھی موجود ہیں[۲] ان تمام خطوط کے مضامین سے یہ بات عیاں ہے کہ دعوت اور تبلیغ کے سلسلہ میں اسلام کی روش منطق اور برہان ہے نہ کہ جنگ وشمشیر، آپکی نصیحتیں، وعظ پر مشتمل مضامین، وہ تمام لچک دار رویہ اور نرم طریقہ کار جو آپ نے اپنایا اس بات کے زندہ گواہ ہیں کہ اسلام شمشیر کے بل پر نہیں پھیلا ہے۔

خدا پر عقیدہ رکھنے والے بادشاہوں کے نام لکھے جانے والے اکثر خطوط میں سورہ آل عمران کی ۶۴ ویں آیہ کریمہ جو درحقیقت اسلام کا عالمی دستور ہے ذکر ہوئی ہے: نمونہ کے طور پر ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیصر روم کو لکھے گئے خط کے مضمون کو پیش کررہے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. من محمد بن عبد اللہ الی ھرقل عظیم الروم. سلام علی من اتبع الھدی؛ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام، اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین، فان تولیت فانما علیک اثم

۱۔ ایضا

۲۔ رک: علی الاحمدی المیانجی، مکاتیب الرسول صل اللہ علیہ وآلہ وسلم، چاپ بیروت، محمد حمید اللہ حیدرآبادی، الوثائق السیاسیہ۔

الاریسین؛ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الّانعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولّوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون [۱]

یعنی: یہ خط محمد بن عبد اللہ کی جانب سے ہے عظیم ہر قل بادشاہ روم کے نام، سلام ہو ان پر جو حق کی پیروی کرنے والے ہیں، میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آئو تا کہ امان میں رہو اور سلامت رہو، خدا ایمان لانے کے صلہ میں تمہیں دو قسم کی جزا دیگا، ایک ایمان لانے کی جزا دوسرے ان لوگوں کی جزا جو تمہاری پیروی کی بنا پر ایمان لائیں گے؛ لیکن اگر تم اسلام سے منھ موڑلوگے تو اریسیوں (روم کی ایک نسل و مزدور طبقہ) کا گناہ بھی تمہارے سر منڈھا جائے گا۔ کہہ دو اے اہل کتاب! ہم تمہیں ایک مشترکہ اصول کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ تم خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو کسی کو اسکا شریک قرار نہ دو ہم میں سے بعض خدا کے علاوہ کسی اور کی خدائی کے قائل نہ ہوں، جب کبھی وہ حق سے عدول کر جائیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مصالحانہ قرار دادیں:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت قوموں کے انکار اور انکے داخلی طور پر متزلزل ہونے پر استوار نہیں ہے بلکہ اسلام کے ایک جہانی دین ہونے کے باوجود، قبائل، اقوام اور دیگر ادیان کا وجود، ہمیشہ تسلیم کیا گیا ہے خواہ وہ اسلامی حدود میں ہوں یا اسکے باہر۔

اس امر کے دلائل میں ایک وہ بہت سارے عہد نامے اور پیمان نامے ہیں جن پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حکومت کے دوران اور آپکی وفات کے بعد مختلف اقوام نے دستخط کئے ہیں، تمام موارد میں جب تک غیر مسلم اقوام اپنے عہد پر وفادار رہی ہیں اسلامی حکومت نے بھی صلح نامہ کے عہد کو نہیں توڑا ہے۔

اس لئے کہ عہد و پیمان کو توڑنا اسلام کی نظر میں ایک بڑا اور نا قابل بخشش جرم ہے [۲]۔

۱۔رک: علی الاحمدی المیانجی، مکاتیب الرسول صل اللہ علیہ و آلہ وسلم، چاپ بیروت؛ محمد حمید اللہ حیدر آبادی، الوثائق السیاسیہ

۲۔ آل عمران ۱۵۹؛ انبیاء، ۱۰۷؛ شعرا، ۱۳؛ احزاب ۲۱

اسلام نے صلح آمیز زندگی اور مختلف اقوام کے درمیان صلح و سلامتی برقرار کرنے اور نفرت آمیز روابط و خونین جھڑپوں سے بچنے کی خاطر نہ صرف بین الاقوامی معاہدوں کو از حد محترم قانونی حیثیت بخشی ہے بلکہ دیگر قوموں اور گروہوں کو بھی صلح کے معاہدوں پر دستخط کی دعوت دی ہے اور اسلامی معاشرے کو ہمیشہ صلح کی راہ میں پیش قدم رہنے کی تلقین کی ہے، اسلام کی نظر میں صلح کے معاہدوں کی اہمیت اور انہیں قبول کرنے کی تاکید اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب غیر مسلم حکومتوں اور گروہوں کی جانب سے صلح کی قرارداد کے سلسلہ میں رغبت نظر آئے۔[۱]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صلح و باہمی تعاون کی قرار دادوں کے انعقاد کے سلسلہ میں بہت مائل و کوشاں رہتے تھے حتی بعثت سے قبل قبائل کے مابین عدل و انصاف پر مبتنی معاہدوں پر تاکید کرتے اور بارہا فرماتے تھے[۲]۔

"دور جاہلیت میں عبد اللہ بن جدعان، کے گھر میں مظلوموں کی حمایت کے سلسلہ میں قبائل عرب کے نمائندوں کے درمیان مشترکہ معاہدہ کا گواہ تھا اور قلبی طور پر اس معاہدہ سے اتنا جڑا ہوا تھا کہ اس بات کے لئے راضی نہ تھا کہ قیمتی اونٹوں کا مالک بنوں، اگر آج اسلام کے دور میں مجھے اس طرح کے کسی معاہدہ کی دعوت دی جائے تو فورا اسے قبول کرلوں گا۔

اسی طرح آپ نے بعد کے دنوں میں مسلمانوں کے روم کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کی پیشین گوئی کرتے ہوئے خبر دی تھی:

" رومی تم سے امن و سلامتی کے ساتھ صلح کریں گے[۳] "۔

۱۔ رک: علی الاحمدی المیانجی، مکاتیب الرسول صل اللہ علیہ و آلہ وسلم، چاپ بیروت؛ محمد حمید اللہ حیدرآبادی، الوثائق السیاسیہ

۲۔ علی الاحمدی المیانجی، گذشتہ، جلد ۱، ص ۱۰۰؛ جعفر سبحانی، فروغ ابدیت، ج ۲، ص ۲۱۴.

۳۔ ر.ک ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری، جلد ۵، ص ۲۳۲؛" ان سیصالحکم الروم صلحا امنا"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ میں اور بھی بہت سے دیگر معاہدے اور مصالحتی تعاون کے نمونے نظر آتے ہیں کہ جنکا جائزہ اور مکمل تجزیہ چند کتابوں کا متقاضی ہے، جن میں سب سے اہم معاہدوں کے طور پر" منشور مدینہ"، "صلح حدیبیہ"، عیسائیوں کے ساتھ "معاہدہ ایلا" اور سرزمین سینا کے ساتھ عہد وپیمان کے ناموں کو ذکر کیا جاسکتا ہے۔

منشور مدینہ خود اپنے آپ میں مسلمانوں، یہودیوں اور مشرکین کے درمیان تمام مسائل میں منعقد ہونے والا دفاعی معاہدہ ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کفار قریش کے ساتھ صلح آمیز برتاؤ:

مکہ کی سرزمین، شرک و مشرکین کا مرکز تھی، ایسے تاریک مرکز میں اسلام کا سورج طلوع ہوا لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی سب سے پہلی دعوت کا آغاز مشرکین مکہ سے کیا، یہ دعوت توحید اور معاد کے محور پر تھی جس میں منطقی دلائل اور تلاوت قرآن کریم کے ذریعہ مشرکین کی روح وجان کو مخاطب قرار دیا گیا تھا اور ان سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ عقل وفکر کو بروئے کار لائیں اور خود کو جاہلی اوہام وخرافات کی زنجیروں سے آزاد کریں۔

اسکے بالمقابل، مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیروکاروں اور خود آپکی شان مبارک میں گستاخیاں کی اور انہیں اذیتیں دیں؛ جناب عمار کی والدہ گرامی جناب سمیہ ابوجہل کے نیزہ سے درجہ شہادت پر فائز ہوئیں، آپکے والد گرامی جناب یاسر بھی مکہ میں شہید ہوئے، بلال حبشی امیہ بن خلف کے ذریعہ سخت گرمی اور کڑی دھوپ میں نشانہ ظلم بنے، کچھ دن گزر جانے کے بعد کچھ مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے؛ لیکن وہاں بھی مشرکین قریش کے ظلم وستم سے امان میں نہ رہ سکے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی کچھ مدت تک شہر طائف میں مقیم رہے، اقتصادی اور سیاسی محاصرہ اپنی شدت کی انتہا کو جا پہنچا، حتی چالیس لوگوں نے مل کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شہید کر دینے کی غرض سے آپ کے بیت الشرف پر حملہ کر دیا لیکن انجام کار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات ورات اپنی سرزمین کو چھوڑ دیا اور یثرب کی طرف ہجرت کر گئے؛ کعبہ اور اپنی جائے پیدائش سے آپکی دوری اگرچہ بہت ناگوار تھی لیکن خداوند متعال نے آپ سے وعدہ کیا کہ دوبارہ آپ کو مکہ پلٹائے گا۔

مشرکین قریش نے صرف اتنے پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ ان کی حرکتوں کا دوسرا رخ یہ تھا کہ انہوں نے اسلام کی نابودی کی غرض سے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مختلف جنگیں لڑیں جن میں سب سے اہم، بدر، احد اور خندق کی جنگیں تھیں، وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ جنگی منطق انسان دوستی اور دوسروں سے کئے گئے معاہدوں کے احترام اور رواداری پر مبتنی تھی" صلح حدیبیہ" کے موقع پر اس بات کو بھی قبول کرنے کے لئے تیار ہوگئے کہ اپنے جائز حقوق کو نظر انداز کر دیں تاکہ ایام حج میں صلح و سلامتی کی ساز گار فضا قائم ہو سکے، لیکن آپکی جانب سے کیا گیا یہ معاہدہ بھی بعد میں مشرکین کی جانب سے توڑ دیا گیا، کون اس بات کو بھول سکتا ہے کہ جب مسلمانوں کے دس ہزار پر مشتمل لشکر نے بغیر کسی خون خرابہ کے شہر مکہ کو فتح کر لیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ساتھی سعد نے یہ تشدد آمیز نعرہ بلند کیا:

"الیوم یوم الملحمۃ! الیوم تستحل الحرمۃ !الیوم اذل اللہ قریشا"! آج انتقام کا دن ہے آج حرمتیں پارہ ہو جائیں گی، آج خداوند قریش کو ذلیل ورسوا کرے گا!

لیکن پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس انتقامی کاروائی کے نعرہ پر خط بطلان کھینچتے ہوئے فرمایا: " الیوم یوم المرحمۃ، الیوم اعز اللہ قریشا" یعنی آج کا دن رحمت اور محبت سے پیش آنے کا ہے آج وہ دن ہے کہ خدا نے جس دن قریش کو عزت بخشی ہے۔

اسکے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کعبہ کے نزدیک آئے، قریش اس انتظار میں تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اب کون سا نیا حکم انکے بارے میں صادر کرتے ہیں؛ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہہ کر " انتم الطلقاء" تم سب آزاد ہو سبھی کو معاف کر دیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی عمل نے مشرکین کے دلوں میں ایک طوفان بپا کر دیا اور پھر جوق در جوق سب اسلام قبول کرنے لگے یوں قریش نے دل و جان سے آئین محمدی کو قبول کر لیا۔[1]

یہودیوں کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا صلح آمیز رویہ:

۱۔ تاریخچہ سیاسی۔ اقتصادی صدر اسلام، ص ۱۵۴۔ ۱۵۲؛ ابن ہشام، سیرۃ رسول اللہ، (ص) جلد ۲، ص ۸۱۱ و ۹۷۴، عباس علی عمید زنجانی، حقوق اقلیت ہا، ص ۷۸۔ ۷۶

یہودیوں کے معروف قبائل" بنی قریظہ" "بنی قینقاع" اور"بنی نظیر" تھے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت کے بعد امن وسکون قائم ہونے کے لئے اوس وخزرج اور یہودی کے ساتھ مل کر ایک مشترکہ دفاعی معاہدہ کیا،اس معاہدہ کے بموجب یہودیوں کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے خلاف کوئی تخریبی کاروائی نہ کریں اور مدینہ کی سرحدوں کے دفاع میں شریک ہوں ۔ یہود آزادی کے ساتھ اپنے معاملات کوانجام دیتے تھے اور اپنامال مسلمانوں کے بازار میں فروخت کرتے تھے،لوگوں کے درمیان اسلام کے پھیلاؤنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بعض یہودی اور منافقین کے جذبات کو بھڑکا دیااور وہ اس مسئلہ کو لیکر حساس ہو گئے؛علماءیہود میں عبداللہ بن سلام جیسی شخصیت نے اسلام قبول کر لیااور کچھ عرصہ کے بعد مخیریق نامی شخص بھی مسلمانوں کی صف میں آگیا۔

ان شخصیتوں کے اسلام لانے کی خبر نے یہودی قبائل میں غم وغصہ کی ایک لہر پیدا کر دی؛اور پھر آہستہ آہستہ یہودیوں کا مسلمانوں کے ساتھ تعاون ماند پڑ تا گیااور بات یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے مسلمانوں سے کیے گئے وعدہ کوتوڑ دیا۔

یہودی علاوہ ازایں، کہ تجارت، خرید وفروخت اور دیگر اجتماعی امور کی انجام دہی میں آزاد تھے،اپنے مذہبی امور کو بھی بلاروک ٹوک انجام دیتے تھے،پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کا پیغام تمام لوگوں من جملہ یہودیوں تک بھی پہچایا تھالیکن کبھی بھی انہیں اپنے دین اور عقائد کوترک کرنے کے لئے مجبور نہ کیا۔

مثال کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمروبن حزم کو یمن بھیجتے ہوئے اپنے ایک حکم میں نصیحت کرتے ہیں:" ہر یہودی یا نصرانی جو مسلمان ہو جائے اور اسلام کا اظہار کرے، وہ مومنین میں شامل ہے، اس لئے جو حقوق مسلمانوں کے ہیں وہی نو مسلم کے بھی ہوں گے اور نفع وضرر میں دیگر مسلمانوں کے ساتھ شریک ہے اور جواپنی یہودیت یانصرانیت پر باقی رہناچاہے،ہر گزاپنے دین کو چھوڑنے پر مجبور نہیں کیاجائے گا[1]۔

---

[1] ا۔اسلام وہمزیستی مسالمت آمیز، گذشتہ، ص ۹۴۔۸۳

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں کی ایذا رسانیوں کے مقابل صبر سے کام لیتے تھے اور انکے نفاق کو نظر انداز کر دیتے تھے انہیں مسلمانوں کے برابر سمجھتے تھے اور انکے مذہبی رسوم و آداب کو محترم سمجھتے تھے، اگر کوئی یہودی معاہدے کے خلاف عمل کرتا تھا تو صرف اسی کو سزا دیتے تھے اسکا گناہ دوسروں کے سر نہیں ڈالتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس اہداف تک پہنچنے کے لئے عملی زندگی میں ہمیشہ گفتگو اور جدال احسن سے کام لیتے تھے اور کبھی بھی دیگر ادیان کے ماننے والوں کو ملحد و کافر نہیں کہتے تھے اس کے بر خلاف یہودی اشتعال انگیز جنگ بھڑکانے والے کام کرتے تھے تا کہ اسلام کی پیشرفت کو روک سکیں۔

من جملہ مسلمانوں کے عقائد کو کمزور بنانے کے علاوہ ان کے درمیان اختلاف پیدا کرتے تھے، یہودیوں نے ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش رچی اور سی طرح دیگر نیر نگیں چالیں چلیں، مجبوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں مدینہ کے اطراف سے باہر نکال دیا۔

عیسائیوں کے ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلح آمیز رویہ:

قرآن کریم عیسائیوں کے موقف کو نرم اور لچک دار رویہ کے طور پر پیش کرتا ہے جبکہ مسلمانوں کے ساتھ مشرکین اور یہودیوں کا طرز سلوک تشدد آمیز تھا جس کی طرف ہم نے اس سے پیشتر اشارہ کیا۔ اسلام کی اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی نرمی تھی جس کی بنیاد پر جزیرۃ العرب اور دیگر علاقوں کے عیسائی اسلام کے شیفتہ ہو گئے اور صمیم قلب سے اسلام کو قبول کر لیا باقی ماندہ عیسائی لوگوں کو کبھی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے اور اسلام قبول کرنے کے سلسلہ میں مجبور نہیں کیا گیا۔ یوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے ساتھ صلح آمیز زندگی کا واضح نمونہ سامنے آیا؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپکی وفات کے بعد تک عیسائیوں کو مسلمانوں کی حمایت حاصل رہی اور عیسائیوں سے کیے گئے معاہدہ کی بنیاد پر مسلمانوں نے انکے حقوق و مفادات کا پاس ولحاظ رکھا، صرف خلیفہ دوم کے زمانہ میں اسلامی سر زمینوں میں خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو چھوڑ کر پانچ لاکھ عیسائی زندگی گزارتے تھے اور مصر میں ایک کروڑ پچاس لاکھ عیسائی چین و سکون کے ساتھ مسلمانوں کی حکومت میں زندگی گزار رہے تھے۔

نجران کے عیسائیوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ صلح نامہ پر دستخط کیے صلح نامہ کے ایک حصہ میں یہ بات آئی ہے:

" نجران اور اسکے اطراف کے عیسائی لوگ خداوند متعال کے زیر سایہ اور محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری پر ہیں کہ انکا مال، جان، دین حاضر اور غایب افراد، انکے گھر والے، انکی تجارت، اور وہ تمام چیزیں جو کم و زیادہ ان کے پاس ہیں سب کے سب محفوظ رہیں، ان کا کوئی بھی پادری یا راہب و کاہن اپنے مقام سے عزل نہیں ہو گا اور نہ ہی انکی توہین کی جائے گی"[1]۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں ہم صلح آمیز زندگی کے ان نمونوں کو نہیں پاتے بلکہ یہی رسول رحمت کی نرم خوئی اور یہی لچکدار رویہ انکے جانشینوں کے یہاں بھی دیکھنے کو ملتا ہے چنانچہ تاریخ میں وافر ایسے نمونے مل جائیں گے جہاں غیر مذہبی گروہ جیسے ملحدین، مشرکین، اور دہریہ اور دیگر اہل کتاب کے گروہ امام صادق (ع) و دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام سے آکر گفتگو کرتے تھے جبکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام ان تمام افراد سے حلم وبردباری کے ساتھ پیش آتے انکے دلائل اور انکی باتوں کو سنجیدگی سے صبر و تحمل کے ساتھ بغور سنتے اور انہیں کے دلائل کو انہیں کے دعووں کے بطلان کے لئے استعمال کرتے ہوئے اسلامی عقائد کو ثابت کرتے تھے، اس طرح آخر انجام اپنے مخاطب کو تسلیم ہونے پر مجبور کر دیتے اور بات یہاں تک پہنچتی کہ خود ان شخصیتوں سے گفتگو کرنے والے انکی تعریف وستایش کرتے ہوئے اٹھتے تھے خاص کر اس چیز کو امام صادق علیہ السلام کے دور میں کثرت کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے[2]۔

حاصل گفتگو:

ہم نے اب تک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عملی زندگی سے آپ کے غیر مسلموں کے ساتھ طرز سلوک کے کچھ نمونوں کو پیش کیا جن سے واضح ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ حضور سرور کائنات صلی اللہ

۱۔ مجموعۃ الوثاق، ص ۱۷۲۔ نقل از سید محمد ثقفی، ساختار اجتماعی وسیاسی نخستین حکومت اسلامی، ص ۲۶۹

۲۔ (شیخ عباس قمی، منتہی الآمال، ہجرت، قم، ج، ۲ ص ۲۴۰؛ محمد رضا ابوبي مہریزی، سیرہ تبلیغی امام صادق علیہ السلام، پایان نامہ کارشناسی ارشد (ایم۔اے تھیسز)، ص ۱۶۹)

علیہ و آلہ وسلم کا رویہ کیسا تھا، ہمیں کسی ایک مقام پر کوئی ایسا نمونہ نہ مل سکا جہاں حضور (ص) نے کسی غیر مسلم سے محض اس لئے کہ وہ توحید پر اعتقاد نہیں رکھتا روکھے انداز میں گفتگو کی ہو یا اسے جھڑ کا ہو یا ذلیل کیا ہو، یہی وجہ ہے کہ بعد کے آنے والے مفکرین و دانشور حضرات نے بھی اس بات کو بیان کیا کہ دیگر ادیان کے ساتھ جو نرم رویہ اسلام کا رہا ہے وہ کسی اور دین میں دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔

اسکا مطلب ہے جو کچھ بھی اسلام و پیغام اسلام کو لانے والے پیغمبر (ص) کے سلسلہ سے بے ہنگم باتیں پھیلائی جا رہی ہیں وہ سب کے سب ایک خاص شیطانی حربے کے تحت ہو رہی ہیں، مسلمانوں کو اس سلسلہ سے زیادہ سیرت نبی رحمت (ص) کے اہم گوشوں کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے تا کہ جھوٹوں کا وہ تھوک انہیں کے چہرے پر آئے جو وہ سورج کی طرف اچھالنا چاہتے ہیں۔